علم کی عظمت

از

مولانا عاشق حسین
شجاع آبادی
استاد الحدیث والتفسیر جامعہ عثمانیہ، ماڈل ٹاؤن - لاہور

عرض ناشر

تعلیم عام کرنے کی کوشش میں ہم محض خواندگی کی شرح بڑھا سکے۔ مطلق پڑھ سکنے کی اہمیت کو علمی استعداد سمجھا جانے لگا اور اصل علم کی عظمت، حقیقت اور ضرورت نظروں سے او جھل ہونے لگی۔

انتظامی امور پر دسترس نے پڑھی لکھی اقلیت کو صاحب الرائے بنا دیا تو انہوں نے ناخواندہ اکثریت کو صاحب الرائے علماء سے دور کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ عالمانہ اصولی موقف کی تبلیغ کو اختلاف پسندی و فرقہ واریت کے نام سے مطعون کیا اور سطحی مطالعہ و سرسری معلومات کے حامل ان بزعم خود عاقلان کل نے علمی تحقیق، گہرائی اور گیرائی کو موشگافیوں کا نام دیتے ہوئے مساجد غیر علماء کے حوالے کر دیں کہ نماز ہی تو پڑھانی ہے۔ وہ کوئی بھی خوش الحان پڑھا سکتا ہے! انا للہ وانا الیہ راجعون

اس عاقبت نااندیشانہ طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ مساجد جو کبھی تعلیم وتربیت کا گہوارہ تھیں۔ محض عبادت گاہیں بن کر رہ گئیں، علماء کرام جو مساجد میں امام تھے، اور ہر امام مسجد محلہ کا معلم تھا، ان کی جگہ حفاظ کرام امامت نماز با جماعت کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ خطبہ جمعہ کے لئے خدمات باہر سے مستعار لی جاتی ہیں، اور عوام الناس نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ سے متعلق روزمرہ کے مسائل سیکھنے کے لئے بھی جا بجا بھٹک رہے ہیں۔ لیکن الحمدللہ عوام میں احساس زیاں زندہ ہے۔ جس کا اظہار تبلیغی جماعت کی صورت میں ہوا ہے اور آج کل صرف یہی اہل درد حضرات مساجد میں تعلیم کی محافل

سجائے نظر آتے ہیں۔

یہ محض حسن اتفاق ہے کہ جب ہم نے اپنی مسجد میں درس قرآن شروع کرنے کے لئے مولانا عاشق حسین ہوشیاپوری صاحب سے درخواست کی تو انہوں نے پہلی دو نشستوں میں علم کی عظمت اور اہمیت کو واضح کرنا ضروری سمجھا۔ کہ قدرو قیمت معلوم نہ ہو تو جواہر شیشے کے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔

اس موضوع پر مولانا کی دو تقاریر پُر تاثیر نے سامعین کی تشنگی علم کو ایک مہمیز لگائی کہ احباب نے یہ ارشادات چھاپ کر مفاد عام کے لئے تقسیم کرنے کا مشورہ دے دیا۔ رب رحیم کا شکر ہے کہ یہ وعظ اب زیر نظر کتابچہ کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس سعی مبارک میں حصہ لینے والوں کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

الداعی الی الخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"العلم"

درس از مولانا عاشق حسین صاحب شجاع آبادی

استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ عثمانیہ ماڈل ٹاؤن لاہور

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ والوالعلم قائمًا بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم ○ ان الدین عند اللہ الاسلام ○ صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم ○ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما ○ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آل سیدنا محمد و بارک وسلم ○

گواہی دی اللہ پاک نے اس بات کی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتے بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں "والوالعلم قائمًا بالقسط" اور صاحب علم جو انصاف کے ساتھ قائم ہیں وہ بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ پاک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ بے شک اللہ پاک کے ہاں دستور زندگی جو ہے وہ اسلام ہے۔

شروع کرنے سے پہلے ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے جو آیت

میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اللہ بھی اور اللہ کے فرشتے بھی نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو۔ یہ آیت مبارک جب بھی پڑھی جائے تو جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ حتی کہ یہ کتابوں کے اندر لکھا ہے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو۔ اگر کوئی شخص غلطی بھی کر رہا ہو۔ جیسا کہ جمعہ کا خطبہ ہو گیا تو اس کو نہیں ٹوکنا چاہئے۔ خاموشی سے بیٹھنا چاہئے۔ لیکن اس جگہ میں اگر یہ آیت امام پڑھے تو زبان کے ساتھ تو نہیں مگر دل کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اور دل میں درود پڑھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں۔ اس میں علماء تھوڑی سی بحث بھی کرتے ہیں کہ آیا زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہے۔ یا ہر بار جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہر بار جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جائے تو درود بھیجنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور ضروری نہ بھی ہو پھر بھی بڑے فائدے کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ پاک اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اور ایک حدیث کے اندر یہ آیا ہے کہ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ اور دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اس سے پہلے میں نے جو آیت تلاوت کی ہے۔ اس میں رب تعالیٰ نے ایک شہادت دی ہے اور وہ شہادت اللہ پاک کی وحدانیت کی ہے۔ وحدانیت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کی کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب بھی اپنی وحدانیت کا ذکر

فرمایا۔ خدائے پاک نے ہمارے سامنے جو محسوسات ہیں ان کو لیا۔ کبھی زمین کو، کبھی پہاڑوں کو، کبھی شجر، کبھی انسان کے وجود کو، کبھی ہواؤں کو، کبھی جانوروں کو، خدا پاک ان سب کو اپنی وحدانیت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے جو کہ قرآن پاک کی مختلف آیات میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے لئے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور کتابیں بھی دیں۔ سب کا ایک ہی مقصد رہا کہ بندہ اللہ پاک کی وحدانیت کو جانے اور پہچانے۔ لیکن اللہ پاک کی ذات کو پہچاننے کا ذریعہ علم ہے۔ اور علم بھی صحیح ہو۔ جب تک علم صحیح نہیں ہوگا اس وقت تک آدمی صراط مستقیم کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ آپ قرآن پاک کا مطالعہ فرماتے ہوں گے۔ اس میں آپ کو قرآن پاک کی کتنی آیات ملتی ہوں گی کہ جہاں علم کی فضیلت اور عظمت بیان ہوئی ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو سب سے پہلی وحی جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتری تو سب سے پہلے الفاظ "اقرا باسم ربک الذی خلق" میں ہی تعلیم کے مسئلے کو رکھا گیا۔ کہ پڑھیں۔ معلوم ہوا کہ پڑھنے اور پڑھانے سے مسئلہ واضح ہوگا۔ جب تک صحیح ادراک نہیں آئے گا اس وقت تک اللہ پاک کی وحدانیت کا صحیح علم نہیں ہوگا۔ ورنہ دنیا کے اندر کتنے لوگ موجود ہیں جن کو اللہ پاک نے عقل بھی دی ہے۔ سمجھ بھی دی ہے اور اللہ پاک نے تمام نعمتوں سے نوازا ہے لیکن اس کے باوجود کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ پاک کی ذات کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور کتنے لوگ ایسے ہیں جو اللہ پاک کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن اس طرح اللہ پاک کو نہیں مانتے جس طرح ماننے کا حق ہے۔ جیسا کہ مکہ والوں کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ یہود کی مثالیں

آپ کے سامنے ہیں۔ قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ "وما قدر اللہ حق قدرہ" کہ نہیں پہچانی اللہ پاک کی قدر جیسا کہ حق ہے قدر پہچاننے کا۔ اور اللہ پاک کی شان کو نہیں پہچانا جیسا کہ خدائے پاک کی شان ہے۔ قرآن پاک کے اندر کئی مرتبہ اس کا ذکر کیا گیا۔ اس لئے علم ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اللہ پاک اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ "فاعلم" اس بات کو جانیں۔ "اعلم" یعنی آپ جانیں۔ اپنے ذہن کے اندر بٹھائیں۔ "انہ لا الہ الا اللہ" دیکھو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو پہلے اس مسئلے کو آپ جانیں' سمجھیں' اور پھر اس مسئلے کو آگے لوگوں تک پہنچائیں۔ تو اس لئے علم کی پہلے ضرورت ہے۔ آدمی تبھی حق سمجھ سکتا ہے۔ جب کہ اس کو علم حاصل ہو۔ اور اسی بنا پر قرآن پاک میں کئی جگہ فرمایا کہ "ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔ یہ برابر ہیں؟ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اور کبھی قرآن پاک یوں فرماتا ہے اس مسئلے کو واضح کرنے کے لئے "وما یستوی الاعمی والبصیر" اندھا اور دیکھنے والا کوئی برابر ہو سکتا ہے۔ "ولا لظلمات ولا النور" روشنی اور تاریکی کوئی برابر ہو سکتی ہے۔ اور سایہ اور دھوپ کوئی برابر ہو سکتی ہے۔ "وما یستوی الاحیا ولا الاموات" کیا مردے اور زندہ برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی یہ برابر نہیں۔ جیسا کہ ان میں واضح طور پر فرق ہے۔ کہ تھوڑی سی عقل بھی رکھنے والا آدمی ان میں فرق سمجھ سکتا ہے۔ کہ اندھیرے میں اور روشنی میں' سایہ اور دھوپ میں' رات اور دن میں' زندہ اور مردہ میں فرق ہے۔ جیسے نمایاں نظر آتا ہے۔ اس طرح جاہل آدمی اور عالم آدمی کی علم اور مماثلت کے اندر کیسے

مماثلت کے اندر کیسے برابری ہو سکتی ہے۔ ان میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ ایک مقام کے اندر اللہ پاک نے اپنے عباد الرحمٰن کا ذکر فرمایا۔ "وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلما" وہ اللہ کے بندے جو اللہ کی زمین پر چلتے ہیں تو اکڑ اکڑ کر نہیں چلتے ان کی چال میں تکبر نظر نہیں آتا۔ غرور نظر نہیں آتا۔ بلکہ دبے پاؤں اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور اگر ان سے کوئی جاہل الجھ پڑیں تو ان سے الجھتے نہیں بلکہ سلامتی والی بات یا سلام کہہ کر چلے جاتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ جہالت سے پیش نہیں آتے۔ یہ سب سے بڑا فرق ہے۔ عالم' جاہل آدمی کے ساتھ جہالت سے پیش آئے۔ تو پھر کیا فرق ہوا ایک صاحب علم اور جاہل میں۔ کہ وہ بھی اسی طرح گالی گلوچ سے پیش آتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح گالی گلوچ سے پیش آرہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "ادفع بالتی ھی احسن" آپ دفاع کریں اس خصلت اور عادت کے ساتھ جو سب سے بہترین ہے۔ یعنی آپ اپنے اخلاق دکھائیں۔ آپ دلائل سے بات کریں۔ آپ حجت سے بات کریں۔ "ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن" یعنی اہل کتاب سے مت جھگڑو۔ مگر اس طریقے کے ساتھ بات کرو جو اللہ کے ہاں بڑا احسن ہو۔ یعنی ان کو اچھا اور بہتر جواب دو۔ علم کے ساتھ جواب دو۔ بردباری کے ساتھ جواب دو۔ ان کی جہالت کے مقابلے میں تمہارا علم آئے۔ ان کی تاریکی کے مقابلے میں تم روشنی لیکر آؤ۔ ان کے ذہنی انجماد کو تم علم کی حرارت سے کھول دو۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ "فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم" وہ شخص کہ آپ اور اس کے درمیان ایک بڑی دشمنی

رہ چکی ہے تو وہ گہرا دوست بن جائے گا۔ اخلاق کا یہ نتیجہ ہوگا کہ یہ گہرا دوست بن جائے گا۔ اس لئے قرآن پاک کے اندر ایک مقام پر اللہ پاک یوں فرماتے ہیں۔ "فبما رحمة من اللّٰه لنت لهم" یہ آپ کے رب کی بڑی مہربانی ہے اور رحمت ہے کہ خدائے پاک نے آپ کو نرم دل بنایا "ولو كنت فظاً غليظ القلب" اگر آپ تند خو اور سخت مزاج ہوتے تو آپ کے اردگرد لوگ نہ بیٹھتے" یہ بھاگ گئے ہوتے۔ یہ آپ کے رب کی مہربانی ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو ایسا مزاج عطا فرمایا۔ ایسی عادت نصیب فرمائی۔ ایسے اخلاق عظیم پر اللہ پاک نے آپ کو فائز کیا کہ دشمن بھی آتا ہے تو وہ بھی گرویدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے، اور جانے کا نام نہیں لیتا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ' جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے غلام تھے اور آپ کی زوجہ مطہرہ نے آپ کو ہبہ اور بخشش کر دیا تو ایک دفعہ ان کے بھائی اور والد آگئے۔ کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ ہمارا بھائی اور بیٹا آپ کے پاس ہے۔ اس کو بردہ فروشوں نے مکہ میں لاکر غلام بنا کر بیچ دیا حالانکہ وہ غلام نہیں تھا۔ ہم نے آپ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ کو اللہ پاک نے بڑے اخلاق سے نوازا ہے۔ گھر والے زید کو یاد کرتے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو ایک شرط ہے کہ ہم اس کو اختیار دے دیتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں منتخب کرے تو تم مجبور کرکے اس کو نہیں لے جاسکتے۔ اگر وہ تمہارا انتخاب کرے گا۔ تو ہم اس کو رکنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ اگر وہ زبردستی لے جاتے تو ماحول یا دباؤ کی وجہ سے کہیں نوجوان زید دولت ایمان سے محروم ہو جاتے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا کہ بھئی آپ کے والد اور بھائی

آئے ہیں اور یوں کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ کا جی چاہے تو آپ چلے جائیں۔ حضرت زید نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے ایسا صاحب اخلاق آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ میں تو کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ ان کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔ باقی صحابہ کرام کے صفات تو ذکر کیے۔ لیکن قرآن کے اندر ان کا نام نہیں آیا۔ "فلما قضٰى زيد منها وطرا زوجنكها لكي لايكون على المومنين حرج" تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ خدائے پاک نے آپ کو اخلاق عظیم عطا فرمائے۔ مشکوٰۃ شریف کے اندر ایک حدیث ہے کہ رب تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے اس شخص پر جس کو دو خصلتیں حاصل ہوں۔ ایک تو صاحب اخلاق ہے۔ خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے۔ اور ایک تفکر فی الدین اللہ پاک نے دین کے اندر سمجھ نصیب فرمائی ہے۔ اللہ پاک کا بڑا فضل و کرم ہے اس شخص پر جس کو یہ دو عادتیں نصیب کی ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ دو ایسی نعمتیں ہیں جو بہت بڑی ہیں اللہ پاک کی طرف سے اور بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ایک اخلاق کا اونچا ہونا اور دوسری لمبی خاموشی اختیار کرنا۔ کیونکہ یہ زبان جو اللہ پاک نے دی ہے۔ اس زبان کے بارے میں بھی پرسش ہوگی۔ ہم اگر بے احتیاطی سے زبان کو استعمال کریں گے۔ غیبت کے اندر استعمال کریں گے۔ گلہ کے اندر استعمال کریں گے۔ جھوٹ کے اندر استعمال کریں گے تو اس زبان کے بارے میں بھی ہم سے سوال ہوگا۔ بلکہ جب یہ بیان کیا گیا تو صحابہ کرام حیران ہوگئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اپنی اس زبان کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اکثر

لوگوں کو جہنم کے اندر اوندھا گرا دینے والی یہی زبان ہوئی۔ آپ نے فرمایا دو چیزیں جہنم کے اندر زیادہ لے جانے والی ہیں۔ ایک زبان اور ایک ستر۔ اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنم کے اندر چلے جائیں گے۔ یعنی جہنم میں جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ایک حدیث کے اندر یوں بھی آتا ہے کہ صاحب اخلاق آدمی رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے سے بھی اونچا ہو جاتا ہے۔ فرمایا "وانک لعلی خلق عظیم" معلوم ہوا کہ اخلاق اللہ کے ہاں بڑی اونچی چیز ہے۔ اور اخلاق سیکھنے کے لئے علم سیکھنا پڑتا ہے۔ بڑے کے حقوق کیا ہیں۔ چھوٹے کے حقوق کیا ہیں۔ دوست کے حقوق کیا ہیں۔ پڑوسی کے حقوق کیا ہیں۔ اس کے لئے علم کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے علم ہمارے دین کے اندر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ قرآن پاک کے اندر اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا۔ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریر فرما رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ بڑا عالم کون ہے۔ تو ان کی زبان سے یہ نکلا کہ "انا" یعنی "میں"۔ اور یہ حقیقت سے خالی نہیں کہ سب سے بڑا عالم وقت کا نبی ہوتا ہے۔ لیکن ایسے موقعے پر اللہ پاک نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا۔ خدائے پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰ" ہمارا ایک بندہ ہے کہ اس کے علم تک آپ کی رسائی بھی نہیں۔ تو فوری دل کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا کہ میں اس شخص سے ملاقات کروں' وہ کون ہے کہ جس کے پاس اتنا علم ہے کہ مجھے بھی اس جیسا علم حاصل نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس کا پتہ پوچھا۔ پھر سفر کیا۔ قرآن پاک کے اندر تقریباً دو رکوع کے اندر اس کا ذکر ہے۔ ان کا

جانا شروع ہوگیا' چلتے چلتے دور آگے نکل گئے۔ پھر پیچھے ہٹے' پھر ان سے ملاقات ہوئی۔ تو اب سلام و جواب کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ کہ ہم مسافر ہیں۔ کھانے کا بھی حق ہے۔ یہ باتیں قرآن پاک نے ذکر نہیں کیں۔ لیکن سب سے پہلے جو درخواست کی وہ یہ کی کہ "ھل واتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا" کیا اگر میں آپ کی پیروی کروں۔ آپ کے ساتھ چلوں تو اللہ نے آپ کو جو علم سکھایا ہے۔ مجھے اس میں سے آپ سکھا دیں گے۔ تو چونکہ حضرت خضر کو معلوم تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو انہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلنے کی ہمت نہیں کرسکتے اس لئے کہ بہت سی ایسی چیزیں سامنے آئیں گی کہ آپ ان کے انجام اور نتیجہ تک نہیں پہنچے ہوں گے تو خواہ مخواہ آپ نے اعتراض کرتے رہنا ہے۔ میرا اور آپ کا ساتھ نہیں ہوسکتا۔ تو اب جب ایک قسم کا انکار سامنے آگیا ان الفاظ کے اندر تو پھر ان کو وعدہ دے رہے ہیں۔ وعدہ کر رہے ہیں کہ "ستجدنی انشاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا" انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں آپ کی کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گا۔ علم حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے نبی جن سے اللہ پاک براہ راست گفتگو کرتے ہیں اور جن کو اللہ سے کلیم اللہ کا لقب حاصل ہے۔ وہ اتنا طویل سفر کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ خود کہہ رہے ہیں کہ لقد لقینا من سفرنا ھذا نصب ہم تو اس سفر میں خود تھک گئے۔ اتنا طویل سفر علم کے لئے کیا۔ اب جب وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے ساتھ نہیں چل سکتے تو کیسے منت سماجت کر رہے ہیں۔ وعدہ کر رہے ہیں کہ نہیں نہیں میں آپ کی کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گا۔ اور انشاء اللہ آپ مجھے اپنے ساتھ

صبر کرنے والا پائیں گے۔ وہاں قرآن پاک نے تین واقعات ذکر کیے۔ اور تینوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے۔ مشہور ہے، تینوں پر جب ان سے کوئی کام ہوا۔ تکوینی طور پر کام کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ کیوں کیا، یہ کیوں کیا، تو حضرت خضر کہنے لگے دیکھیں میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ سے صبر نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ کہتے ہیں میں بھول گیا۔ کہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ پھر دوبارہ جب اعتراض کیا تو پھر کہنے لگے کہ ایک موقع اور دیں۔ دیکھیں اب اگر میں بولتا ہوں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ تیسری بار جب پھر ایسا کام ہوا، پھر بول پڑے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو هذا فراق بيني وبينك اب آپ کا اور میرا ساتھ نہیں چل سکتا۔ اس لئے اب آپ کو مجھ سے الگ ہی ہونا ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے اتنا سفر کیا ہے اور اتنی مشقت اٹھائی ہے۔ میں ان کاموں کی حقیقت آپ کو بتا دیتا ہوں کہ میں نے یہ کام کیوں کیے۔ وہ ساری باتیں بتانے کے بعد آخر میں فرمایا۔ "وما فعلته عن امری" یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا۔ یہ سب کچھ خدائے پاک کی طرف سے تھا۔ تو ان کو اللہ پاک نے وہ علم دیا ہوا تھا جو حضرت موسیٰؑ کو بھی حاصل نہیں تھا۔ سفر کیا پھر منت سماجت کی اور پھر یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو الگ بھی کر دیا ورنہ موسیٰ علیہ السلام اب بھی ان کے ساتھ چلنا چاہتے تھے۔ اور پھر سب سے بڑے سید الانبیاء سید الاولین والآخرین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرماتے ہیں اوتيت علم الاولين والاخرين مجھے پہلوں کا بھی اور پچھلوں کا بھی اللہ پاک نے علم دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں رحم الله موسى خدائے پاک موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کچھ دیر اگر اور خاموشی اختیار کرتے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے

ساتھ چلتے تو ہمیں اور باتیں معلوم ہوتیں۔ دیکھو علم کتنی اونچی چیز ہے۔

حضرت ابودرالداء مشہور و معروف صحابی ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں اور مشکوۃ شریف کے اندر حدیث ہے کہ میں ان کے پاس ایک مجلس میں جامع مسجد دمشق (شام) کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور لگتا تھا کہ بڑا دور دراز کا سفر کرکے آیا ہے۔ اس نے آکر سلام کیا اور کہا حضرت میں مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا ہوں۔ یعنی حجاز سے نزار کے شام کی طرف آیا ہوں۔ یہ مہینوں کا سفر بنتا ہے۔ اس وقت جہازوں کا یا گاڑیوں کا سفر تو نہیں تھا۔ اونٹ اور گدھا وغیرہ کا سفر ہوتا تھا۔ گھوڑے کا سفر ہوتا تھا۔ فرمایا اتنا سفر کرکے آیا ہوں اور میں نے سنا ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ میں وہ حدیث سننے کے لئے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ اور مجھے کوئی کام نہیں۔ اور کسی حاجت کے لئے کسی کام کے لئے نہیں آیا۔ بس مجھے وہ حدیث سنائیں۔ حضرت ابودرالداء نے وہاں بیٹھے ہوئے حدیث سنانا شروع کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص علم کے لئے نکلتا ہے تو جب وہ راستے پر چلتا ہے۔ اللہ پاک اس کو جنت کے راستے پر چلاتے ہیں۔ بے شک وہ دنیا کی زمین کو روند رہا ہوتا ہے۔ وہ ڈھیلے اور پتھر سے گذر رہا ہوتا ہے لیکن خدائے پاک اس کا راستہ جنت کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ وہ جنت کے راستے کی طرف چلتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جب وہ علم کے لئے نکلتا ہے۔ اللہ کے عظیم فرشتے اپنے پروں کو زمین کے اوپر رکھ دیتے ہیں اس کی خوشی کے لئے اور فرشتوں کو بھی اس قدر خوشی ہوتی ہے کہ اس کا اس قدر اکرام و احترام کرتے ہیں اور پھر فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے، زمین و آسمان کے آباد کرنے

والے، حتیٰ کہ مچھلیاں دریاؤں کے اندر اور چیونٹیاں اپنے بلوں کے اندر اس متعلم خیر کے لئے جو خیر اور بھلائی کا طالب ہے۔ اور خیر اور بھلائی کا متلاشی اور پھیلانے والا ہے۔ تو یہ سب اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ اہل علم کی دوسروں پر فضیلت ایسے ہے۔ جیسی کہ میری تمہارے اوپر فضیلت ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ جو علم ہے یہ انبیاء کی وراثت ہے اور انبیاء علیہم السلام علم کا وارث بناتے ہیں۔ وہ دینار و درہم نہیں چھوڑتے۔ بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ "فمن اخذھا اخذ بحظ وافر" جس نے اس کو لے لیا۔ یعنی پیغمبروں کی وراثت لے لی۔ اس نے بہت بڑی دولت حاصل کر لی۔ اتنی جب حدیث مکمل کی۔ سلام کیا۔ سواری پر بیٹھے اور واپس چلے گئے۔ ایک حدیث سننے کے لئے اتنا طویل سفر کیا۔ حضرت جابر کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک حدیث مظالم کے بارے میں کسی سے سنی ہوئی تھی۔ لیکن اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی سے سنی تھی۔ اس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست سنی تھی۔ اب آپ نے چاہا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست سنی ہے۔ اس سے حدیث سنوں۔ حضرت انیس رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی خریدتے ہیں۔ اس اونٹنی پر شام کا سفر کرتے ہیں۔ بالکل دوپہر کے وقت پہنچتے ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے غلام نکلا۔ اس سے کہا کہ انیس سے کہہ دو کہ جابر تمہاری چوکھٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس نے جاکر کہا تو حضرت انیس چونک اٹھے کہ جابر کا اس وقت میرے ہاں کیا کام۔ جب وہ باہر نکلے تو کہنے لگے حضرت آپ کیسے تشریف لائے۔ فرمایا کہ دیکھو ساری باتوں سے پہلے آپ مجھے حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا

دو۔ وہ مظالم کے بارے میں جو آپ نے سنی ہوئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری موت آ جائے سننے سے پہلے یا آپ کی موت آ جائے سنانے سے پہلے اور میں حدیث سے محروم رہ جاؤں۔ ایک حدیث سننے کے لئے اس قدر طویل سفر کیا۔ حالانکہ صحابی صحابی سے سن رہا ہے۔ لیکن کوئی کھانا نہیں کھایا، کوئی پانی نہیں پیا، سواری پر بیٹھے اور واپس مدینہ کی طرف تشریف لائے۔ یہ تھا احساس کہ علم کیا چیز ہے، ایک ایک حدیث کے لئے ان لوگوں نے کس قدر محنت کی، اسی آیت کے بارے میں واقعہ ہے جو آپ کو سنائی ہے۔ حضرت غالب کتان جو بڑے درجہ کے ایک محدث ہیں امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ بھی ان سے روایات نقل کرتے ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ سے کوفہ تجارت کی غرض سے گیا تو امام اعمشؒ جو بہت بڑے معروف محدث ہیں کے ہاں میں ایک سال تک رہا۔ ان سے استفادہ کرتا رہا۔ اور ان سے حدیثیں سنتا رہا۔ فرماتے ہیں کہ جب آخری دن تھا رات کو میں نے دیکھا کہ حضرت تہجد کے لئے اٹھے ہوئے ہیں اور یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ "شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ والوالعلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم"۔ یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ یا اللہ پاک یہ امانت میں تیرے سپرد کر رہا ہوں۔ اے اللہ تو قیامت کے دن میرے حوالے کرنا۔ تین بار اس طرح کہا۔ کہتے ہیں کہ جب صبح میں الوداع ہونے لگا تو میں مصافحہ کے لئے حضرت کے پاس گیا۔ میں نے کہا حضرت میں نے ایک سال یہاں لگا دیا۔ اب میں گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ رات آپ عجیب سی بات کہہ رہے تھے۔ اس آیت کے بارے میں کیا خاص حکم آپ نے حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے سنا ہے۔ تو امام اعمش نے فرمایا کہ اچھا تم ایک سال مزید رہ جاؤ پھر میں تمہیں بتا دوں گا۔ پورا سامان باندھ چکے تھے۔ تیاری کر چکے تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ بڑے تاجر ہیں۔ یہ بھی نہیں کہ کوئی عام آدمی ہے یا مزدور ہے۔ بہت بڑے تاجر ہیں۔ تجارت کے لئے آئے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ پر وہ تاریخ رقم کی اور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ایک سال تک میں حضرت کی خدمت میں رہا۔ جب سال ختم ہوا اور وہ تاریخ آگئی۔ تو میں نے کہا کہ حضرت ایک سال پورا ہوگیا۔ اب آپ نے اس آیت کے بارے میں جو سنا ہے۔ وہ مجھے سنائیں۔ تو فرماتے ہیں لگے بیان کرنے کہ احدثنا ابووائل مجھے ابو وائل نے بیان کی۔ ان کو حضرت عبداللہ ابن مسعود نے بیان کی کہ اس آیت کو پڑھنے والا قیامت کے دن لایا جائے گا۔ اور اللہ پاک فرمائیں گے۔ میرے فرشتو میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لے رکھا ہے اس کو میری جنت کے اندر داخل کر دو۔ کیونکہ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ جو مرگیا اس حالت میں کہ وہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق دل سے کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے۔ اور امام قرطبی نے اس کو اپنی تفسیر کے اندر نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اس آیت کو سوتے وقت پڑھے۔ اللہ پاک ستر ہزار فرشتہ پیدا فرماتے ہیں اور وہ ستر ہزار فرشتہ اس آدمی کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں قیامت تک۔

"شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة والو العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم" علم کی فضیلت یہاں سے معلوم ہوگئی کہ خدائے پاک نے شہادت کے مقام میں اپنی شہادت رکھی۔

وحدانیت کی شہادت' الوہیت کی شہادت' اللہ کے وحدہ لا شریک ہونے کی شہادت' خدائے پاک نے اپنی ذات کی شہادت رکھی اور پھر الملائکۃ فرشتوں کی شہادت رکھی۔ اور تیسرے نمبر پر والوالعلم قائما بالقسط وہ اہل علم جو انصاف کے ساتھ قائم ہیں ان کی شہادت رکھی' کہ یہ سب شہادت دیتے ہیں۔ کس بات کی؟ انہ لا الہ الا ھو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہی علم کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ کہ خدائے پاک نے اہل علم کو اپنے ساتھ شہادت کے لئے شریک کیا۔ یہ علم کی فضیلت ہے۔ ورنہ تاجر بھی تھے' انجینئر بھی تھے' دوسرے لوگ بھی تھے اور سارا کچھ تھا' لیکن اللہ نے والوالعلم کا ذکر فرمایا اور پھر اس پر بھی قید لگائی۔ فرمایا کہ قائما بالقسط کہ جو انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔ ایسے بھی ہوں گے جو انصاف سے تجاوز کرکے اللہ کا حق کسی اور کو دینے والے ہوں گے اور خدائے پاک کی وحدانیت کو سمجھنا یا ایمان لانا ان کے لئے مشکل ہوگا۔ خدائے پاک اسی کو تو ذکر فرماتے ہیں۔ کہ تم وہ لوگ ہو کہ ذالکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ" کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف پکارا جاتا تھا۔ تو تم انکار کرتے تھے۔ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وان یشرک بہ تومنو اور اگر خدا کے ساتھ شریک کیا جاتا تم ایمان لاتے۔ اس لئے فرمایا والوالعلم قائما بالقسط۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک نے فرمایا کہ آپ دعا کریں اور کہیں "وقل رب زدنی علما"۔ علم سے اونچی کوئی اور چیز ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے مانگنے کا حکم دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ علم سب سے اونچی چیز ہے۔ اور اللہ پاک اپنے نبی ﷺ کو اونچی چیز کا حکم دیتے ہیں۔ کہ اس کا اللہ پاک سے سوال کریں۔ "وقل رب زدنی علما" اور پھر اگر علم کا

دائرہ کار محض دنیا ہو جس میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ آخرت کی پہچان نہ ہو اس علم کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں "فاعرض عن من تولی عن ذکرنا" جو ہماری یاد سے اعراض کرتا ہے آپ اس سے اعراض کریں "ولم یرد الا الحیواۃ الدنیا" اس کا مقصد صرف دنیا کی زندگی ہے۔ "ذالک مبلغھم من العلم" اور یہی ان کے علم کا مقصد ہے۔ اگر صرف کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ہی علم کا مقصود ہے تو پھر اللہ پاک کے نزدیک اس علم کا مقصد تو دنیا کا حصول ہے۔ یہ وہ علم تو نہیں جو آخرت تک اور خدا تک پہنچائے۔ اصل علم تو وہ مقصود ہے کہ جس سے اللہ اور آخرت کی پہچان ہو۔

آپ قرآن میں پڑھتے ہیں اللہ پاک نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے آگے سے کہا یا اللہ تو ان کو بناتا ہے، پیدا کرتا ہے جو فتنہ و فساد کریں گے، قتل و غارت کریں گے، جبکہ ہم آپ کی تقدیس بھی بیان کرتے ہیں۔ آپ کی تسبیح بھی بیان کرتے ہیں۔ تو اللہ پاک ان کو پیدا کرنے کا کیا فائدہ۔ اللہ پاک نے اس وقت فرمایا "انی اعلم ما لا تعلمون" میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میرے علم میں ہے جو چیز تمہارے علم میں نہیں۔ فرشتوں نے خاموشی اختیار کی۔ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ پیدا کرنے کے بعد اللہ پاک نے خود علم سکھا دیا۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا"۔ ہر چیز کے نام اور اس کی خصوصیت سکھا دی۔ جیسے قرآن پاک کے اندر آتا ہے۔ اب اللہ پاک نے فرشتوں سے کہا کہ ان چیزوں کی خصوصیات اور حقیقت بتاؤ۔ اس کا نام کیا ہے۔ اس کی خصوصیت کیا ہے۔ فرشتوں نے کہا "سبحنک لا علم لنا الا ماعلمتنا" اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ ہمیں تو علم نہیں ہے مگر اتنا جو

آپ نے دے دیا۔ تو اللہ پاک آدم علیہ السلام کو کہتے ہیں "یادم انبئھم باسماء ھم" ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ "فلما انباھم باسماء ھم" جب آدم نے ان کے نام بتا دیئے تو اللہ پاک نے فرمایا الم اقل لکم تنبیہہ کے انداز میں کہا۔ میں نے تمہیں کہا نہیں تھا "انی اعلم غیب السموات والارض" میں زمین و آسمان کے غائب اور بھید جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ یہی وہ علم تھا جو اس کو حاصل ہے تمہیں حاصل نہیں۔ اسی فضیلت کی بنا پر تو آدمؑ کو پیدا کیا۔ اس وقت اللہ پاک نے تفصیلا جواب نہیں دیا۔ بس اتنا فرمایا کہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ علم کی وجہ سے فرشتوں کو اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔ اور آدمؑ کی فضیلت علم کی وجہ سے قائم ہوئی۔

تفسیر مظہری کے اندر قاضی ثناء اللہ نے ایک حدیث سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ پاک کے دائیں جانب بیٹھے ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ پاک کی دونوں جانب دائیں کہلاتی ہیں۔ کچھ لوگ دائیں بیٹھے ہوں گے اور ان کے چہرے ایسے ہوں کہ سفید اور جیسے سورج چمکتے ہوں۔ لوگوں کی نظریں ان پر نہیں جم سکیں گی۔ وہ اتنے خوبصورت اور مطمئن اور پھر خدا کے پاس اور پہلو میں بیٹھے ہوں گے۔ کیا شان ہوگی۔ لوگ حیران ہوں گے۔ دیکھ کر پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں؟ کیا کوئی انبیاء کی جماعت ہے۔ تو بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو مختلف قبائل سے مختلف جگہ سے اور مختلف قوموں سے نکل کر ایک جگہ میں آ کر بیٹھے۔ اللہ کے ذکر کو حاصل کیا اور عمدہ باتوں کے حصول کے لئے یہ جمع ہوئے اور اس کے لئے یہ لوگ ایسے طالب تھے جیسا کہ انسان دنیا کے اندر عمدہ کھانے کے لئے

طالب ہوتا ہے۔ یہ لوگ علم کے ایسے طالب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو حریص ایسے ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور ایک طالب دنیا۔ لیکن نتیجہ میں فرق ہے۔ طالب دنیا جوں جوں آگے بڑھتا ہے۔ اللہ کی ناراضگی آتی ہے۔ طالب علم جوں جوں علم میں آگے بڑھتا ہے۔ اللہ کی رضا آتی ہے۔

علم ایک روشنی کا نام ہے اور اس کے مقابلے میں جہالت ایک تاریکی کا نام ہے۔ روشنی کے اندر انسان اپنے نفع نقصان کو سمجھ جاتا ہے۔ نقصان میں ڈالنے والی چیزوں سے اجتناب کرتا ہے۔ ایسے ہی علم بھی انسان کی دنیا و آخرت کے اندر' دونوں زندگیوں میں ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو جب بھیجتے ہیں تو ان کو علم کی دولت دے کر بھیجتے ہیں۔ اور جہالت کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ظلمت اور تاریکی کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ جو اعمال کی خرابی ہوتی ہے۔ جو بے راہ روی ہوتی ہے علم کی روشنی سے اس پر قابو پایا جاتا ہے۔ آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہی نظر آئے گا۔ اس لئے قرآن پاک کے اندر بار بار اللہ کے بارے میں علیم' خبیر' بصیر' اور سمیع یہ ساری صفات آپ پڑھتے ہیں۔ اور اس میں اگر غور کریں تو ان صفات کا تعلق علم سے ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کو اپنی اور انبیاء کی وراثت فرمایا اور فرمایا کہ جو اس کو لے لیتے ہیں وہ بہت بڑا حصہ لے لیتے ہیں۔ "فمن اخذها اخذ بحظ وافر" لیکن ساری مخلوق کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں قلیل ہے۔ قرآن پاک کے اندر فرمایا گیا "ویسئلونک عن الروح" یہ لوگ آپ سے آکر روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے۔ آپ ان کو فرما دیجئے اے پیغمبر صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ روح تو میرے رب کا امر ہے۔ "قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" اور جو علم تمہیں ملا ہے وہ انتہائی تھوڑا ہے' قلیل ہے۔ "قلیلا" جب تنوین آتی ہے تو علم معانی کے اصول سے یہ تقلیل کے لئے آتی ہے۔ یعنی مخلوقات کو خدا نے پاک نے جو علم عطا کیا ہے۔ یہ تو بہت تھوڑا ہے۔ اب قلیل اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کے مقابلے میں کثیر ہو۔ اب علم کس کا ہے؟ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے سفر کے دوران ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ موسیٰ دیکھو کہ میرا اور تمہارا اور ساری مخلوق کا علم اللہ کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں بنتا کہ اس چڑیا نے سمندر سے پانی لیا۔ اللہ کا علم وسیع ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ بلکہ خدائے پاک تو یہ فرماتے ہیں کہ جو مخلوق میں نے پیدا کی ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو وہ بھی خدائے پاک ہی جانتے ہیں۔ اللہ نے ساری مخلوق کے علم کو اپنے علم کے مقابلے میں قلیل کہا۔ لیکن جب اس علم کی نسبت باقی اشیاء کے مقابلے میں آئی' باقی دنیا سے آئی تو خدائے پاک نے اسی حکمت اور اسی علم کو کثیر کہا۔ ایک آیت کے اندر یہی فرمایا ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس شخص کو اللہ پاک نے حکمت عطا فرمائی ہے خدائے پاک نے اس کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ اللہ پاک خود فرماتے ہیں "وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما" اللہ نے آپ پر اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اور حکمت اتاری ہے اور اللہ پاک نے آپ کو وہ چیزیں

سکھائیں جو اس سے پہلے آپ کو معلوم نہیں تھیں۔ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ اب اس آیت کے اندر جس کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا۔ اس میں کہیں ملک، زمین اور دولت کا ذکر نہیں کیا۔ حکومت کا اللہ پاک نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا علم کتاب عطا فرمایا، حکمت عطا فرمائی، یہ اللہ کا فضل عظیم ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما آپ دیکھیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدائے پاک نے کس قدر حکومت عطا فرمائی۔ ایسی وسیع حکومت کہ پرندوں پر حکومت، جنوں پر حکومت، وحوش و طیور پر حکومت، انسانوں پر حکومت بلکہ یوں فرمایا لاینبغی لاحدا من بعدی ایسی حکومت میرے بعد کسی کے لائق اور مناسب نہ ہو۔ لیکن اللہ پاک فرماتے ہیں۔ "ولقد آتینا داود و سلیمان علما" کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو اور سلیمان علیہ السلام کو علم عطا فرمایا۔ والد بھی اتنے بڑے بادشاہ اور بیٹے بھی۔ اللہ پاک نے اتنی بڑی حکومت ان کو دی۔ لیکن خدائے پاک کیا فرماتے ہیں کہ ولقد آتینا داؤد و سلیمان علما" کہ ہم نے ان کو علم عطا کیا۔ "و قال الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین" وہ اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے جس ذات نے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت بخشی۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث بنایا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "یاایھا الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شئی" لوگو اللہ پاک نے ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھا دیں۔ علمنا ان کا علم عطا کیا۔ علم کو پہلے رکھا۔ و اوتینا من کل شئی اور خدائے پاک نے ہر قسم کا فضل اور ہر قسم کی چیز عطا فرمائی۔ ان ھذا لھو الفضل المبین بے شک یہ میرے رب کا بہت بڑا فضل و کرم ہے۔

تو وہاں اللہ پاک نے حکومت عطا کرنے کے باوجود بہت بڑی سلطنت عطا کرنے کے باوجود جس چیز کا سب سے پہلے تذکرہ فرمایا وہ یہ کہ ہم نے ان کو علم عطا کیا۔ معلوم ہوا کہ علم سلطنت اور حکومت سے کہیں اونچا ہے۔ حدیث پاک کے اندر آتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جا رہا تھا تو ایک دہقانی نے دیکھ کر کہا سبحان اللہ۔ اللہ کی شان کہ خدائے پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان کو کیا کچھ عطا کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت اتروایا اور اس کو بلایا۔ بلا کر اس سے کہا کہ تم نے کیا کہا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کی تعریف کی۔ آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا کہا کیا۔ وہ بولا میں نے تو کہا "سبحان اللہ" اللہ کی شان کہ داؤد علیہ السلام کے خاندان کو خدائے پاک نے کیا عطا فرمایا۔ حضرت نے ان کو فرمایا کہ تیرا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا جس کو خدائے پاک قبول فرمالے۔ میری سلطنت سے بہت بہتر ہے۔ ایک سبحان اللہ کہنا ساری دنیا سے قیمتی ہے۔ ساری دنیا مل کر اس کی قیمت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے نام کی پوری کائنات قیمت نہیں بن سکتی۔ اللہ کا نام سب سے اونچا ہے۔ جس کی کوئی قیمت نہیں بن سکتی۔ جب بھی خدائے پاک کے نام کو اخلاص کے ساتھ لیا جائے۔ اس اخلاص کی قیمت دنیا کے اندر نہیں۔ اسی لئے تو خدائے پاک نے اس دنیا کو دارالعمل بنایا۔ دارالجزا نہیں بنایا۔ کہ یہ ساری دنیا ایک آدمی کے عمل کی بھی جزا نہیں بن سکتی۔ بلکہ ایک آدمی کے سبحان اللہ کہنے کی بھی جزا نہیں بن سکتی۔ اس لئے اس دنیا کو دارالعمل بنایا۔ دارالجزا اللہ پاک نے آخرت کو بنایا۔ تو خدائے پاک نے ان کے علم کا ذکر فرما کے یہ بتایا کہ ہم نے سلطنت اور حکومت عطا کی ہے۔ لیکن ہم نے جو علم

عطا کیا ہے یہ سلطنت اور حکومت سے بھی اونچا ہے۔

علم کے بغیر انسانوں سے چرند پرند بہتر ہیں۔ ہدہد کیا ہے؟ ایک معمولی پرندہ ہے۔ لیکن معرفت الٰہی سے روشناس، علم حقیقی سے واقف ایک ہدہد نے قوم سبا جیسی قوم کی غلطی پکڑلی۔ وہ لوگ جو ترقی یافتہ تھے۔ جن کی ملکہ کا تخت اپنی شان و شوکت میں شہرت خاص رکھتا تھا۔ جو اپنا ایک تمدن اور نظام حکومت رکھتے تھے۔ ہر طرح کے وسائل سے مالا مال تھے۔ علم حقیقی سے محروم ہونے کی وجہ سے سورج کی پرستش کئے جاتے تھے۔ حضرت سلیمان کے ہدہد نے آکر ان کی خبر دی۔ دیکھئے ایک پرندہ کس طرح ان کی حالت زار پر آنسو بہاتا ہے۔ حضرت سلیمان سے عرض کرتا ہے۔ میں ایک قوم سبا کی یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ پھر اس خبر کی وضاحت کرنا شروع کر دی۔ کہ میں نے ایک ایسی عورت کو پایا جو ان پر سلطنت کرتی ہے۔ اور اس کو ہر قسم کے وسائل دیئے گئے ہیں۔ اور اس کا ایک بہت بڑا عظیم الشان تخت ہے۔ لیکن ان وسائل کے باوجود ان کی عقل کی اور علمی انحطاط کی یہ حالت ہے۔ کہ خدائے پاک کی معرفت ان کو حاصل نہیں۔ اللہ کا حق دوسروں کو دے کر وہ سورج کی پرستش کرنے والے لوگ ہیں۔ اشرف المخلوقات کے فعل پر ایک پرندہ آنسو بہا رہا ہے۔ ماتم کر رہا ہے کہ یہ اشرف المخلوقات ہو کر اتنے گر گئے کہ خدا کا حق دوسروں کو دے رہے ہیں۔ جس نے پیدا کیا اس کے سامنے نہیں جھکتے۔ جس نے رزق دیا اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ جو ان کا مالک ہے اس کی ملکیت کا حق نہیں پہچان رہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ اس ذات کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ یہ انسانی شرف کے خلاف ہے کہ حقیقی مالک و خالق کو چھوڑ کر

دوسروں کے سامنے سربسجود ہوں۔ حق والے کو حق نہ دے رہے ہوں۔ یہ تو عظیم ظلم ہے۔ ہدہد یہ کس بنا پہ کہہ رہا تھا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا اثر تھا کہ اس کو بھی یہ معلوم ہوگیا تھا کہ خدا کا بندے پر کیا حق ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل کو یہ فرمایا تھا کہ تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر بندوں کا حق خدا پہ یہ ہے کہ خدائے پاک ایسے بندے کو اپنی جنت کے اندر داخل فرما دے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہدہد سچا تھا۔ قوم سبا کو ہدایت دینا مقصود تھا جب ہدایت ملتی ہے تو خدائے پاک ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ وہ قوم مسلمان ہوگئی۔

علم نہیں ہوگا تو عبادت کرتے کرتے بھی نقصان اٹھائے گا۔

حدیث کے اندر آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک مشہور عابد تھا۔ جریج اس کا نام تھا اور وہ اتنا عبادت گذار تھا کہ عبادت کے لئے باہر جنگلوں میں چلا گیا۔ جھونپڑی کے اندر عبادت کرتا تھا۔ لوگ اس کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ وقت مانگتے تھے وہ وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس کی والدہ گئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ والدہ نے نیچے سے آواز دی۔ اپنے بیٹے کو بلایا۔ جریج نماز کے اندر کہتا ہے یا رب امی وصلاتی ادھر والدہ ہے اور ادھر نماز ہے۔ میں کیا کروں پھر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ والدہ نے پھر آواز دی، پھر آواز دی، ماں نے تین بار آواز دی لیکن پھر وہ کہتا ہے یا رب نماز بھی ہے۔ والدہ بھی ہے کیا

کروں' پھر نماز شروع کر دی- والدہ واپس آگئی- پھر کبھی ملنے گئی- دیکھا نماز کے اندر مصروف ہے- پھر آواز دی- پھر وہی- وہ نماز میں مصروف رہا- تیسری بار والدہ ملنے کے لئے گئیں- پھر وہی- وہ نماز میں مصروف رہا- حدیث پاک کے اندر ہے کہ والدہ کو جو غصہ آیا- اس نے بددعا کی کہ خدائے پاک تجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو کسی بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھے- یہ اس وقت بڑی بددعا تھی- ہمارے دور میں تو اس کو کوئی بددعا نہیں سمجھے گا- اس کو کوئی برائی نہیں سمجھے گا- لیکن اس وقت یہ ایک بہت بڑی بددعا تھی- اللہ کی عبادت کر رہا تھا- لیکن والدہ کی بددعا اسے عبادت کرنے کے دوران لگ گئی- بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم وظیفہ کے اندر یا نوافل کے اندر ہیں- یہ کیسے چھوڑ کر والدین کی خدمت کریں- حالانکہ والدین کا نفل نماز سے زیادہ حق ہے- اللہ کا نبی اگر بلائے- فرض نماز بھی اگر پڑھ رہا ہے تو نماز کے اندر جواب دے- ایک صحابی تھے وہ نماز پڑھ رہے تھے- اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو بلایا- تو تھوڑی دیر کے بعد وہ آئے- آکر معذرت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصل میں نماز کے اندر تھا- اس لئے آپ کو جواب نہ دے سکا- حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تو نے قرآن کے اندر یہ نہیں پڑھا یا ایھا الذین آمنو استجیبو للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم" ایمان والو جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں- تو ان کو فوری جواب دو- تم نے قرآن نہیں پڑھا- اگر نماز پڑھ رہے ہو اور خدا کا رسول تمہیں بلائے تو نماز کے اندر جواب دینا فرض ہے- اگر نفل نماز پڑھ رہا ہو اور والدین بلائیں تو نفل نماز توڑ کر جواب دینا ضروری ہے- جریج چونکہ عالم نہیں تھا- نیک ضرور تھا- زاہد ضرور

تھا- درویش ضرور تھا' لیکن عالم نہیں تھا- علم نہ ہونے کی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا- اور اپنی والدہ کی بددعا لگا بیٹھا اور پھر یہ بددعا اس کی ماں کی پوری ہوئی- وہاں ایک عورت تھی جو حسن و جمال میں ضرب المثل تھی- اس کے ذہن کے اندر شیطان نے ڈال دیا کہ یہ اتنا بزرگ بنا بیٹھا ہے تو اس کا کچھ نہیں کر سکتی- وہ اس کے پیچھے لگ گئی- اس کو دعوت دی غلط کاری کی- اس نے انکار کیا- تو اس عورت نے کہا کہ دیکھنا کہ میں تیرا ایسا حشر کروں گی کہ تو یاد رکھے گا- اس نے ایک گڈریے سے بدکاری کی- اس کے بعد اس کا ایک بچہ ہوا اور وہ بچہ لے کر جب آئی شہر کے اندر لوگوں نے کہا کہ یہ تو کہاں سے لے کر آئی ہے- اس نے کہا کہ تمہارا وہ درویش اور پیر جس کو تم نیک سمجھتے ہو یہ اسی کے کارنامے ہیں- تو حدیث پاک کے اندر آیا ہے کہ اس کا کہنا ہی تھا کہ لوگ تو اس زاہد پر ٹوٹ پڑے- کسی نے لاٹھی اٹھائی کسی نے [illegible] اٹھائی اور کسی نے کچھ اٹھایا اور جا کر اس کی پٹائی کر رہے ہیں- اس کی جھونپڑی کو گرا دیا اس نے پوچھا کہ آخر بتاؤ تو سہی کہ بات کیا ہے- میں نے کیا جرم کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم میرے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہو- لوگوں نے کہا کہ تو بڑا نیک بنا ہوا ہے اوپر اوپر سے اور تمہارے کام اور ہیں- اس نے کہا کہ کیا کام ہیں- انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو یہ بیٹا تمہارا ہے- تم نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی- اس نے کہا اچھا مجھے اللہ پاک کے واسطے کچھ وقت دو- دو رکعت مجھے پڑھنے دو- دو رکعت نماز پڑھ کر جو موقع ملا تو اللہ پاک سے دعا کی کہ خدائے پاک یہ معاملہ بہت الجھ گیا- تیرے دین کا معاملہ ہے- میری ذاتی بدنامی تو ہو گی لیکن اس کے بعد دین پر کس قدر برا اثر پڑے گا- دعا کی تو دل کے اندر یہ بات آئی کہ خود اس بچہ کو کہہ

دو۔ یہی تمہاری صفائی بیان کر دے گا۔ آئے بچے کے پاس۔ بچے کا نام بابوس تھا۔ کہنے لگے یا بابوس من ابوک بابوس تیرا باپ کون ہے۔ وہ بولا میرا باپ فلاں گڈریا ہے۔ اب وہی لوگ تھے۔ کوئی مٹی صاف کر رہا ہے۔ کوئی اس کی جھونپڑی بنا رہا ہے کوئی درخواست کر رہا ہے کہ حضرت اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کی یہ کٹیا سونے کی بنا دیتے ہیں۔ تو حضرت نے کہا کہ نہیں بڑی مہربانی بس جیسے بنی ہوئی تھی۔ اسی طرح بنا دیں۔ آپ مجھے چھوڑ دیں میں ایک نتیجہ پر پہنچ گیا کہ میری والدہ کی بددعا جو تھی وہ مجھے پہنچ گئی۔ اس لئے کہیں آدمی یہ نہ سمجھ لے کہ میں اتنا بڑا نیک ہوگیا ہوں۔ اتنا بڑا علم والا ہوں والدین تو میرے غلام ہیں۔ یہ نہیں بلکہ یہ جتنا بھی بڑا علم والا ہو یہ والدین کا غلام ہے۔ اس لئے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ "وقضی ربک الا تعبدو الا ایاہ" آپ کے رب نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی۔ وبا الوالدین احسانا اور والدین کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ پیش آنا ہے۔ خصوصا وہ وقت جب ان کے بڑھاپے کا ہو۔ "اما یبلغنا عندک الکبیر احد هما او کلهما" دونوں یا ان میں ایک بوڑھے ہو جائیں تو ان کی باتیں برداشت کرنی ہیں۔ فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما نہ ان کو اف تک کہنا ہے اور نہ جھڑکنا ہے وقل لهما قولا کریما اور ان کو بڑی با اخلاق بات کرنی ہے۔ جس سے ان کی دلجوئی ہو دل شکنی نہ ہو۔ ان کی باتیں برداشت کرنی ہیں۔ تمہیں کتنا ہی دکھ ان سے پہنچے لیکن برداشت کرنا ہے۔ اللہ پاک نے فیصلہ فرمایا۔ اب ظاہر بات ہے کہ علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ عابد عبادت کے اندر بھی والدہ کی بددعا کھا بیٹھا۔ اگر اس کے پاس علم ہوتا تو وہ فورا" والدہ کو جواب دیتا اور والدہ کی دل شکنی نہ ہوتی

اور وہ بددعا نہ دیتی۔ علم نہ ہونے کا کتنا بڑا نقصان ہوا۔

امام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ کو ہارون الرشید نے بلایا اور کہنے لگے کہ دیکھو میرا اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ یہ کہتی ہے کہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت ہوں' اور میں یہ کہتا ہوں کہ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اب ہمارا اسی بات پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے دعوے پر مصر ہے۔ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں۔ فرمایا امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے کہ تمہاری بیوی سچ کہتی ہے کہ واقعی وہ چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس لئے کہ جب خدائے پاک نے انسان کی تخلیق کے بارے میں ذکر فرمایا تو فرمایا کہ "والتین والزیتون وطور سینین و هذا البلد الامین لقد خلق الانسان فی احسن تقویم" تین و زیتون و طور سینا کی اور شہر مکہ کی خدائے پاک قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے انسان کو سب سے بہتر قوام اور صورت عطا کی۔ چاند کی تخلیق کے لئے خدائے پاک نے اتنی قسمیں نہیں اٹھائیں۔ لیکن انسان کی تخلیق کے بارے میں اتنی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یہ تو قرآن سے ثابت ہو رہا ہے کہ واقعی وہ چاند سے بھی اور سورج سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ اس لئے وہ حق بجانب ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر امام محمد فرماتے ہیں کہ میں سو رہا تھا۔ ایک قاصد آیا۔ اس نے کہا خلیفہ آپ کو بلاتے ہیں۔ میں گیا فرمانے لگے کہ میرا اور میری بیوی کے درمیان اختلاف ہے میں اس کو کہتا ہوں کہ میں امام عادل ہوں۔ اور امام عادل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے جنت ہے۔ لہذا میرے لئے جنت ہے اور یہ کہتی ہے کہ تو امام ہے۔ تو ظلم کرتا ہے اور تیرے لئے جہنم ہے۔ یہ جہنم ثابت کرتی ہے میرے لئے۔ میں کہتا

ہوں میرے لئے جنت ہے۔ ہمارا اختلاف بڑھ گیا ہے۔ آپ فیصلہ کیجئے
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلیفہ یہ بتاؤ کہ جب بھی تم سے کوئی غلطی ہوتی
ہے۔ کوئی معصیت ہوتی ہے تو کیا تمہارے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا
ہے؟ اس وقت یا بعد میں' کسی وقت خوف خدا پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اگر
کہیں ایسی حرکت ہو جائے تو میں بڑا کانپ جاتا ہوں۔ اور خشیت ایسی
طاری ہوتی ہے کہ لرزہ براندام ہو جاتا ہوں۔ امام محمد نے فرمایا کہ تمہاری
بیوی تو تمہیں ایک جنت بھی نہیں دینا چاہتی۔ اور میں تمہیں گارنٹی کے
ساتھ کہتا ہوں اور قرآن پاک کی شہادت سے کہتا ہوں کہ تمہارے لئے دو
جنت ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتن جو
شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا۔ تو اس کے لئے دو باغ
ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کسی
صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلط کام کرتا ہو پھر
بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہی آیت تلاوت کی۔ جو رب
سے ڈر گیا۔ اس کے لئے دو باغ ہیں۔ پھر تیسری چوتھی بار یہی بات
دہرائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو درالداء کی ناک
اگرچہ مٹی میں بھی مل جائے۔ اللہ پاک اس کو ضرور جنت عطا فرمائیں
گے۔ خشیت الہی کتنی اونچی چیز ہے۔ لیکن یہ علم سے حاصل ہوتی ہے۔
دنیا کے اندر اگر مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو خوف خدا سے نکلے ہیں تو
یہ جہنم کے آگ کے سمندروں کو بجھا دینے والے ہیں۔ لیکن یہ موت
سے پہلے اگر ہو تو فائدہ ہے۔ موت کے بعد آگاہی ہوئی تو پھر آنسو بہائے'
خون بہائے' ندیاں چلیں کشتیاں اس میں بہا دی جائیں تو ذرا بھی اس میں
فائدہ نہیں۔ اسی زندگی کے اندر اپنی جنت بنانی ہے۔ اسی زندگی کے اندر

اپنی آخرت بنانی ہے۔ اسی زندگی کے اندر جہالت اور تاریکی سے نکل کر
روشنی کے اندر آنا ہے۔ اور اس میں علم کی قدر ضروری ہوگی۔ اگر
انبیاء علم کے لئے اتنی محنت کرتے ہیں۔ تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی علم
کے ساتھ تعلق رکھیں۔ حدیث پاک کے اندر یہ فرمایا گیا ہے کہ جو طالب
علم نکلتا ہے علم کے حصول کے لئے۔ راستے میں اس کے قدموں کے اوپر
جو مٹی لگتی ہے۔ خدائے پاک اس کے لئے ہمیشہ کے لئے جہنم حرام فرما
دیتے ہیں۔ اگر اس کو طالب علمی کے دوران موت آ جائے تو خدائے
پاک اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیتے ہیں۔ بلکہ
اس کی برکت سے اس کے دائیں بائیں اوپر نیچے چالیس قبروالوں کو اس
کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے اللہ پاک نور سے بھر دیتے ہیں۔ حضور علیہ
السلام نے ایک صحابی کو فرمایا تھا کہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر یہ
اعلان کر دو کہ چالیس گھر تک پڑوس کے اندر آتے ہیں۔ اور ان سب پر
پڑوسی کے حقوق کی ذمہ داری ہے۔ تو پھر یہ فرمایا کہ من اھان عالم جس
نے عالم کی توہین کی' اس نے علم کی توہین کی۔ جس نے علم کی توہین کی
اس نے نبی کی توہین کی۔ جس نے نبی کی توہین کی' اس نے جبرائیلؑ کی
توہین کی۔ جس نے جبرائیلؑ کی توہین کی اس نے خدا کی توہین کی۔ جس
نے خدا کی توہین کی' خدا اس کو ذلیل کرے۔ فقد اھان اللہ فی الاخرۃ
خدائے پاک اس کو آخرت میں ذلیل کر دے گا۔ یہودیوں نے فرشتوں پر
اعتراض کیا تھا کہ جبرائیلؑ ہمیں اچھے نہیں لگتے کیونکہ اس نے ہمارے
باپ دادا پر عذاب اتارے۔ قرآن پاک کے اندر آیا "قل من کان عدوا
الجبریل" جو جبرئیل کا دشمن ہو وہ مرے اپنے غصہ کے اندر۔ وہ تو اللہ
کے حکم سے اتارتے ہیں۔ اگلی آیت کے اندر فرمایا "من کان عدوا اللہ

والملائکته و رسله و جبریل و میکیل فان اللہ عدو للکافرین" ٭ فرشتوں کا دشمن ہے۔ اللہ اس کا دشمن ہے۔ کیونکہ فرشتے تو خدا کا علم پہنچانے کے لئے آتے ہیں۔ تم فرشتوں سے عداوت رکھتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر جبرئیل امین وحی نہ لاتے بلکہ اسرافیل وغیرہ وحی لے کر آتے تو پھر مان لیتے۔ یہ تو ان کے ساتھ دشمنی ہے تو دراصل خدائے پاک کے ساتھ دشمنی ہے۔ لیکن یہ چیزیں تبھی معلوم ہوں گی جب آدمی کا علم کے ساتھ تعلق ہوگا۔ خدائے پاک ہم سب کو اس بڑی عظیم دولت کے ساتھ وابستہ بھی رکھے اور اخلاص کے ساتھ حاصل کرنے کی ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ملنے کا پتہ :

جامع مسجد رضا بلاک۔ علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور